رسائل و مسائل

جان کنی کے وقت سورۂ یٰسٓ کی تلاوت؟

سوال: سورۂ یٰسٓ کو قرآن کا دل کہا جاتا ہے، کیا یہ بات صحیح احادیث سے ثابت ہے؟ جان کنی کے وقت سورۂ یٰسٓ کی تلاوت کی جاتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جان نکلنے کے بعد مُردے کے پاس بھی اس کی تلاوت کی جانی چاہیے۔ اس سلسلے میں رہ نمائی فرمائیے۔ کیا یہ باتیں احادیث سے ثابت ہیں؟

جواب: بعض روایات میں یہ باتیں مذکور ہیں، لیکن ناقدینِ حدیث نے انھیں ضعیف اور موضوع قرار دیا ہے۔ مثلاً سورۂ یٰسٓ کے قرآن کا دل ہونے کی بات سنن ترمذی اور سنن دارمی کی ایک روایت میں آئی ہے، جو حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ قَلْبًا وَ قَلْبُ الْقُرْآنِ یٰسٓ ، ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل سورۂ یٰس ہے۔ (ترمذی: ۲۸۸۷، دارمی: ۲۱۴۹)

امام ترمذیؒ نے لکھا ہے کہ ''یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اسے ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں''۔ اس کی سند میں ایک راوی ہارون ابو محمد ہے۔ اسے امام ترمذی نے مجہول کہا ہے۔ ابو حاتم نے فرمایا ہے کہ ''یہ حدیث باطل ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے''۔ علامہ البانیؒ فرماتے ہیں کہ ''اس کی سند میں ایک راوی مقاتل بن سلیمان ہے (نہ کہ مقاتل بن حیّان) اور وہ کذّاب ہے۔ اس بنا پر یہ حدیث موضوع ہے''۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، حدیث: ۱۶۹)

اسی طرح روایات میں جان کنی کے وقت سورۂ یٰسٓ کی تلاوت کا حکم ملتا ہے۔ حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِقْرَءُ وا یٰسٓ عَلٰی مَوْتَاکُمْ تم میں سے جن لوگوں کی موت کا وقت آگیا ہو ان پر سورۂ یٰسٓ پڑھو۔ (ابوداؤد: ۳۱۲۱، ابن ماجہ: ۱۴۴۸)

یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی عثمان ہے، جس نے اسے اپنے باپ سے روایت کیا ہے۔ یہ دونوں مجہول ہیں۔ امام دارقطنیؒ نے فرمایا ہے کہ ''اس موضوع پر روایت کی جانے والی کوئی روایت صحیح نہیں ہے''۔ علامہ البانیؒ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔(سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة حدیث نمبر: ۵۸۶۱)

تاہم، مسند احمد کی ایک روایت میں، جو حضرت معقل بن یسارؓ سے مروی ہے، یہ دونوں باتیں مذکور ہیں، یعنی اس میں یٰسٓ کو قرآن کا دل کہا گیا ہے اور جان کنی کے وقت اس کی تلاوت کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ لیکن اس کی سند میں عن رجل عن ابیہ (ایک آدمی نے اپنے باپ سے روایت کی) آیا ہے۔ دونوں کے مجہول ہونے کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

جان نکلنے کے بعد جب تک میت کو غسل نہ دیا جائے، اسے ناپاک قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے غسل سے پہلے میت کے قریب قرآن مجید پڑھنے کو فقہاء نے مکروہ کہا ہے۔(کتاب الفتاویٰ، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، طبع دیوبند، ۳/ ۱۳۹)۔(مولانا ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی)

دوسری تنظیم سے تعاون یا عدم تعاون

سوال: میں جماعت اسلامی کی رکن ہوں اور ابلاغی محاذ (بلاگز، اخبارات، انٹرنیٹ) پر دین اور تحریک کے دفاع کے لیے بساط بھر متحرک اور دل و دماغ اور قلم سے حاضر ہوں۔ میرے شوہر کا تعلق ایک رفاہی تنظیم سے ہے۔ میرے شوہر کو جماعت کے نظم سے کوئی شکایت نہیں اور وہ جماعت میں میری سرگرمیوں پر خوش ہیں اور اکثر اوقات مددگار رہتے ہیں۔ جس سے میرے لیے ان سرگرمیوں میں حصہ لینا آسان اور حوصلہ افزا ہے۔ میں کبھی کبھار کسی پہلو سے شوہر کی وابستگی والی تنظیم کے لیے دو چار سطریں سوشل میڈیا پر لکھ دیتی ہوں، جن کا تعلق ان کی تنظیم کی جانب سے اُٹھائے گئے کسی سماجی مسئلے سے متعلق ہوتا ہے۔ ان تمہیدی سطور کے بعد عرض یہ ہے کہ:

۱- کیا ایک ہی مقصد رکھنے والوں کو محض مختلف پلیٹ فارم ہونے کے باعث ہر سطح پر الگ سمجھنا درست ہے؟

۲- ابلاغِ دین یا رفاہی کاموں میں میرا اپنے شوہر سے کیا رویہ ہونا چاہیے؟
اس پیش آمدہ تحریکی اور گھریلو پریشانی پر درخواست گزار ہوں کہ رہنمائی فرمائیں۔

جواب: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۖ (المائدہ ۵:۲) 'نیکی اور تقویٰ کے کام میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو اور گناہ اور معصیت کے کام میں باہمی تعاون نہ کرو'۔ قرآنِ پاک کے اس ارشاد کی روشنی میں ایک شخص یا اشخاص ایک تنظیم میں رہتے ہوئے، کسی دوسری تنظیم سے تعاون کر سکتے ہیں۔ اپنی بیان کردہ صورتِ حال کے مطابق اگر آپ اس اصول پر چل رہی ہیں تو چاہے آپ کا شوہر جماعت اسلامی میں شامل نہیں، آپ صحیح سمت پر گامزن ہیں اور اسی اصول پر عمل پیرا رہیں۔ (مولانا عبدالمالک)

مرحوم ومغفور کے معنی

سوال: بعض مقالات میں فوت ہو جانے والے لوگوں کے لیے 'مرحوم ومغفور' لکھا جاتا ہے۔ 'مرحوم' کے معنی ہیں 'جس پر رحم کیا گیا ہو' اور 'مغفور' کے معنی ہیں 'بخشا ہوا' یعنی جس کو 'بخش دیا گیا ہو'۔ یہ لکھنا کس طرح صحیح ہے، جب کہ کسی کے پاس اس کا علم نہیں کہ کون بخشا گیا ہے اور کون نہیں بخشا گیا؟

جواب: یہ دونوں لفظ بطورِ دُعا لکھے جاتے ہیں، جیسے 'رحمہ اللہ' اور 'غفرلہٗ' لکھا جاتا ہے۔ پہلے جملے کے معنی یہ ہیں کہ 'اللہ ان پر رحم فرمائے' اور دوسرے جملے کے معنی یہ ہیں کہ 'اللہ ان کی مغفرت فرمائے'۔ 'مرحوم' رحمہ اللہ کی جگہ اور 'مغفور'، غفرلہٗ کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ (مولانا سیّد احمد عروج قادری، احکام ومسائل، دوم، ص ۱۶۷)